قانونِ الٰہی کی اہمیت وضرورت

شعیب احمد
جامعہ سلفیہ

وحدتِ انسانی کے قیام وبقا کیلئے قانون کی ضرورت

انسان دنیا کے خواہ کسی بھی خطے میں اور خواہ کسی بھی دور میں رہا اس نے اپنے خاندان یا قبیلے کے لوگوں کے ساتھ ایک یونٹ (Unit) میں زندگی گزاری۔ اور کسی بھی وحدت کو منظم ومربوط رکھنے کیلئے قوانین وضوابط کی ضرورت واہمیت مسلم رہی تاکہ اس وحدت کی لڑی میں منسلک افراد ان کی پابندی کر کے باہم ٹکراؤ، آویزش اور جھگڑوں جھمیلوں سے بچ سکیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ عرب کے لوگ، غیر مہذب دور کا انسان، بغیر کسی قانون وضابطہ کے زندگی گزارتا تھا۔ یہ کہنا اس لحاظ سے تو صحیح ہے کہ وہ کسی مجموعی قانون یا قومی وملکی قانون کی ماتحتی میں زندگی نہ گزارتا تھا مگر اس لحاظ سے صحیح نہیں کہ وہ اپنے خاندان وقبیلہ کے قانون کو بھی نہ مانتا تھا بلکہ اس دور کا انسان بھی اپنے خاندان و قبیلہ کے رسوم ورواجات کا پابند ہوتا تھا۔ گویا انسانی معاشرے کے چند افراد پر مشتمل ایک یونٹ قواعد و ضوابط کے بغیر قائم و دائم نہیں رہ سکتا ہے۔ وگرنہ وحدت کے منتشر ہونے کا خطرہ ہر آن منڈلاتا رہتا ہے۔

انسان کی فکری صلاحتیوں کا جائزہ:

لیکن انسانی معاشرے پر انسانی قانون کی حیثیت کیا ہے۔ اور وہ کس حد تک نافذ العمل ہونے کا لائق ہے؟ اس سوال پر سوچنے سے قبل ہم انسان کی اپنی حیثیت اور اس کی مفکرانہ قوتوں اور صلاحتیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

یہ بات صحیح ہے کہ انسان خالق کائنات کی اشرف واکرم مخلوق ہے اور اس اللہ رب العزت کا ایک تخلیقی شاہکار ہے اور اس انسان نے اس عقل وفکر کی قوتوں کا استعمال کر کے ہی جدید ترقیات وایجادات حاصل کی ہیں۔ مگر یہی وہ انسان ہے کہ جب اس سے انسانی صفات خارج ہو جائیں تو پھر ”کالانعام بل ھم اضل“ (یعنی ایسے انسان جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ وبدتر ہیں۔ الاعراف:۱۸۹) کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔

آج کا ملحد وسیکولر انسان مذہب وخدا کے قوانین سے عاری وبیزار رہتے ہوئے زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ اور انسانی قوانین کو ہی کافی سمجھتا ہے جیسا کہ امریکہ کے صدر ابراہام لنکن نے کہا تھا جب کہ انہوں نے نظام جمہوریت کی تعریف یوں کی کہ

" The Governmet of the people for the people on the people."

خوشی کے موقع پر انسان کی حالت:

لیکن جب ہم اس انسان کی شخصیت وذات کے بارے سوچتے ہیں تو یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ اس انسان کو جب خوشی کا موقع میسر آئے تو پھولے نہیں سماتا اور خوشی سے بغلیں بجانے لگتا ہے، شور وغل، غپ غپاڑہ، فضولیات اور ایسے اقوال وافعال اس سے سرزرد ہوتے ہیں کہ بعد میں اسے پچھتاوا لاحق ہوتا ہے۔

غم کے موقع پر انسان کی بے خودی:

اور جب یہی انسان کسی غم، مصیبت میں مبتلا ہو تو پھر تو گریبان چاک کرتا ہے، رخسار پیٹتا ہے، گلا پھاڑ پھاڑ کے آوازیں نکالتا ہے، ہائے وائے کرتے ہوئے رب کائنات کو کوستا ہے۔ اپنے سر پر مٹی ڈالتا ہے، حتی کہ بے خودی کے عالم میں خود کو قتل کر بیٹھتا ہے۔ اور پھر خودکشی وخودسوزی کے واقعات سامنے آتے ہیں۔

عداوت ودشمنی کے انسان پر اثرات:

اور یہی انسان جب کسی سے ناراض ہو جائے تو عداوت و دشمنی کی آڑ میں غیر انسانی حرکات کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

دوسروں پر ظلم وستم کرتا ہے۔ قتل وغارت اور دنگا وفساد کا بازار گرم کرتا ہے۔ دشمنی ایک شخص سے ہوتی ہے مگر انتقام اس کے تمام افراد خاندان بلکہ آنیوالی نسلوں سے بھی لیتا ہے اور موقع ملنے پر مرے ہوئے لوگوں کی قبریں اکھیڑ کر ان مردوں کی ہتک وتوہین کر کے انتقام کی آگ بجھاتا ہے۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد اپنے کیے دھرے پہ کفِ افسوس ملتا ہے۔ اور ندامت وپشیمانی کے آنسو بہاتا ہے۔

قوت واقتدار کے انسان پر اثرات:

اسی انسان کو اگر کبھی قوت واختیار مل جائے تو دوسروں پہ اپنی رائے زبردستی مسلط کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جو آزاد انسان گردن جھکانے سے انکار کر دے اسکی گردن تن سے جدا کر دیتا ہے۔ یہی وہ قوت واقتدار

ہے جس کے بارے کسی دانش مند کا کہنا ہے کہ :

Power corrupts and absolute power corrupts absolutly.

یعنی طاقت بگاڑ پیدا کرتی ہے اور کامل اقتدار تو کامل طور پر بگاڑ پیدا کرتا ہے۔

بڑے بڑے امانت و دیانت کا دعوی کرنے والے جب کرسی اقتدار پہ براجمان ہوئے تو ان کی امانتداری و دیانتداری اقتدار کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔اور بالآخر اقتدار سے بے دخل کر دیئے جاتے ہیں۔

انسان کے شوق اور ہوس کا پجاری انسان :

پھر اس انسان کے شوق بھی بڑے عجیب ہیں انسان میں خون پینے کا شوق پیدا ہو تو ہر روز کسی معصوم و بے خطا کو اس شوق کی نذر کر دے اور اگر جانوروں پرندوں کے شکار کا شوق لاحق ہو جائے تو پھر یہ درندوں سے بھی بدتر انسان ہوتا ہے۔مشاہدہ و تجربہ میں یہ بات آئی ہے کہ درندہ پیٹ آگ بجھانے کیلئے ایک جانور شکار کر کے کھالیتا ہے اور بس ،مگر یہ انسان ہوا و ہوس کی آگ بجھانے کیلئے ایک دو کے شکار پہ رکنے والا کب ہے لہذا اس کے ایک جانور کھانے کیلئے کئی جانوروں کو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔اب ذرا سوچیئے ! کہ جو انسان خوشی ،غم وغصہ میں خود کو کنٹرول نہ کر سکے اور صاحب اقتدار ہونے پر اپنے آپ سے ہی باہر ہو جائے اس کے وضع کردہ قوانین و ضوابط کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔جبکہ خوشی وغم اور غصہ میں کہے ہوئے اقوال اور کیے ہوئے افعال پر بعد میں ندامت و پشیمانی بھی اسے اٹھانا پڑتی ہے اور اپنے عاجلانہ فیصلوں پر اس وقت روتا ہے جبکہ رونا دھونا بے سود ہو جاتا ہے۔

انسان اور قرآن:

انسان کی اسی حیثیت کو اللہ رب ذوالجلال نے یوں بیان کیا ہے۔"ولئن اذقنا الانسان منا رحمة ثم نزعنها منه انه ليئوس كفور .ولئن اذقنه نعماء بعد ضراء مسته ليقو لن ذهب السيات عني انه لفرح فخور ـ''

ترجمہ:''اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی (کا مزہ) چکھا کر پھر چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید ناشکرا بن جاتا ہے۔اور اگر ہم اس کو اس تکلیف کے بعد جو اس پر آئی تھی پھر آرام کا مزہ چکھائیں تو کہنے لگتا ہے کہ سب تکالیف مجھ سے دور ہوئیں اور وہ پھولا نہیں سماتا اور اکڑنے لگتا ہے'' (ھود:۹،۱۰)

"ان الانسان خلق هلوعا .اذا مسه الشر جزوعا .و اذا مسه الخير منوعا."

ترجمہ: ''بلاشبہ انسان بے صبرا پیدا کیا گیا ہے جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو روتا پیٹتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرتا ہے۔'' (المعارج: ۱۹تا۲۱)

"ان الملوک اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة و كذلك يفعلون"

ترجمہ:''بلاشبہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے اجاڑ کے رکھ دیتے ہیں اور وہاں کے عزت داروں کو ذلیل کرتے ہیں اور ایسا ہی وہ (حضرت سلیمانؑ اور ان کے لشکر) کریں گے۔'' (النمل:۳۴)

"افرء يت من اتخذ الهه هواه ."

ترجمہ:کیا آپ نے اس شخص کے حال پر غور کیا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش نفس کو بنالیا ہے۔

"و اذا مس الانسان الضر دعانا لجنبه او قاعدا او قائما فلما كشفنا عنه ضره مر كان لم يدعنا الى ضر مسه."

ترجمہ:''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم کو پہلو کے بل لیٹے ہوئے یا بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر پکارتا ہے پھر جب ہم اس سے اس کی مصیبت ٹال دیتے ہیں تو وہ اس طرح گزر جاتا ہے گویا اس نے مصیبت کے وقت ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی تھی۔'' (یونس:۱۲)

"ويدع الانسان بالشر دعاءه بالخير و كان الا نسان عجولا ."

ترجمہ:''اور انسان شر کی بھی اسی طرح دعا مانگتا ہے جیسے خیر کیلئے دعا مانگنی چاہیے اور انسان بڑا ہی جلد باز ہے'' (بنی اسرائیل:۱۱)

"خلق الانسان من عجل."

ترجمہ:''انسان جلد بازی (کی فطرت کے ساتھ) پیدا کیا گیا ہے''۔(الانبیاء:۳۷)

عقل انسانی پر اثر انداز ہونے والے عوامل :

جب ہم انسانی فیصلوں اور ضوابط وقوانین پہ نظر دوڑاتے ہیں تو وہ اس اصول وحقیقت کی زد میں آتے ہیں کہ '' انسانی عقل ماحول کی اسیر ہوتی ہے'' بالفاظ دیگر انسان اپنے ماحول ،سماج سے اوپر اٹھ کے کم ہی سوچتے ہیں اور اکثر انسانوں کی سوچ ''رواجی سوچ'' ہوتی ہے۔یہی نہیں بلکہ انسانی سوچ پر موسم ،آب و ہوا ،گرمی سردی ،خشکی تری کے اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔

اسی طرح اہل ثروت حضرات اور منہ میں سونے کا چمچ لیکر پیدا ہونے والے انسان کی سوچ ایک

غربت کے مارے شخص کی سوچ سے یقیناً مختلف ہوگی ۔گویا سوچ پر اثر انداز ہونے والے عوامل میں تونگری وغربت کا بھی ہاتھ ہے۔

مذکورہ بالا حقیقت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک قانون اگر اہل مشرق کیلئے مفید ہو سکتا ہے تو ضروری نہیں کہ اہل مغرب کیلئے بھی وہی قانون مفید ہو ۔ علی ھذا القیاس ایک قانون وضابطہ سرد علاقہ میں نافذ العمل ہونے کے قابل ہو سکتا ہے تو وہی قانون گرم علاقہ کے لئے موزوں ومناسب نہ ہوگا۔

انسانی قوانین وقتی اور عارضی ثابت ہوتے ہیں کہ یعنی اگر وہ 40 یا 50 سال کیلئے مفید ثابت ہوئے تو کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنی حیثیت وافادیت کھو بیٹھے اسی بات کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ انسانی فیصلے اور ضابطے ہمیشہ تغیر پزیر رہے ہیں ۔اور وہ کبھی بھی دائمی وابدی حیثیت اختیار نہ کرسکے ۔ایک ہزار سال قبل کے انسانی قوانین آج دنیا میں رائج نہیں ۔آخر کیوں؟

اسی طرح ہر انسان اپنی زندگی میں مختلف امور کے حوالے سے اپنے فیصلے کرتا ہے ۔لیکن بہت جلد ہی اسے احساس ہو جاتا ہے کہ اس کا یہ فیصلہ غلطی پر مبنی تھا۔جب یہ تمام حقائق ہیں تو انسانی فیصلوں اور ضابطوں کی حیثیت زیرو ہو کہ رہ جاتی ہے۔

عقول انسانی میں اختلاف:

اور اگر انسانی ضوابط وقوانین کو نافذ بھی کر دیا جائے تو یہ ناممکن ہے کہ ہر انسان اس ضابطہ وقانون کو صحیح اور درست سمجھے اس لئے کہ ہر انسان کی عقل دوسرے انسان کی عقل سے مختلف ہوتی ہے ۔ایک رائے زید کی ہے جو اس کے نزدیک تو صائب رائے ہے ۔مگر بکر اپنے دلائل وبراہین کی بنیاد پر اسے ماننے کیلئے تیار ہی نہیں تو پھر انسانی ضابطے وقوانین کیونکر نافذ العمل ہو سکتے ہیں۔

انسانی فیصلے اور حواس خمسہ:

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ انسان فکری ونظریاتی طور پر غلطی کر سکتا ہے اور کرتا رہا ہے اس لئے کہ انسانی سوچ اور فکر حواس خمسہ کے زیر اثر کام کرتی ہے۔اور ہم دیکھتے ہیں کہ حواس خمسہ اپنے Function میں غلطی کر جاتے ہیں ۔آنکھ کا کام دیکھنا ہے مگر ایسا کیوں ہے کہ دور صحرا میں دیکھیں تو ریت کے بکھرے ذرات یوں نظر آتے ہیں جیسا کہ پانی بہہ رہا ہو۔ہم دور سے دیکھیں تو ہمیں انسانی دھڑ نظر آتا ہے مگر قریب جانے پر محسوس ہوتا ہے کہ وہ تو ایک (جانور) گدھا بیٹھا تھا۔ہماری قوت شامہ (سونگھنے کی قوت) تو چیونٹی کی حس کے مقابلہ میں بے بس نظر آتی ہے۔ایک بند لفافہ میں چینی موجود ہونے کا شاید ہمیں پتہ نہ چل سکے مگر چیونٹی اپنی حس کے ذریعے اس لفافہ کو پھاڑ کر اس میں داخل ہو جاتی ہے ۔ہماری قوت ذائقہ (چکھنے کی حس) کی حالت یہ ہے کہ ایک میٹھی چیز جب ایک بیمار انسان اپنی زبان پہ رکھے تو اسے کڑوی لگتی ہے گویا یہ حس بیکار ہو چکی ہے۔اور قوت سامعہ کی حالت یہ ہے کہ تین افراد بیک وقت بات کریں تو ہم سمجھنے سے قاصر ہونگے ۔لہذا جب ہمارے حواس خمسہ کا دائرہ کار محدود ہے اور پھر وہ بھی خطا کر جاتے ہیں تو ان حواس کی بنیاد پر فیصلہ وضابطہ وضع کرنے والی عقل کی حیثیت اور اس قانون کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟

خدائی قانون کی ضرورت کیوں؟

اس لئے لامحالہ خدائی قوانین کی ماتحتی میں ہی زندگی گزارنا ہوگی اور اسی کے دامن میں پناہ لینا ہوگی ۔اس لئے کہ اس انسان کا خالق ومالک وہ ایک اللہ ہے وہ تمام انسانوں کی نفسیات کو بخوبی جانتا سمجھتا ہے۔لہذا رب العزت کے قوانین نہ تو کسی خاص خطہ وملک کیلئے ہوں گے اور نہ ہی وقتی ہونگے بلکہ خدائی فیصلے دائمی ابدی اور عالمگیر ہوں گے۔انسانی ضروریات وحوائج کو خالق سے بڑھ کر کون سمجھ سکتا ہے ۔انسان کیلئے فائدہ مند اور نقصان وہ چیزیں کونسی ہیں اس بات کا صحیح اور مکمل علم یقیناً اس ایک اللہ کو ہی ہو سکتا ہے لہذا وہ اللہ ہی قانون سازی کا حق رکھتا ہے۔

ہم بازار سے ایک موبائل سیٹ یا کوئی بھی چیز خریدیں تو اس کا طریقہ استعمال بتایا جاتا ہے۔اور بعض اشیاء کے ساتھ تحریری طور پر طریقہ استعمال کی ایک شیٹ بھی ملتی ہے۔اس چیز کا بنانے والا انسان اس کے استعمال کو خوب جانتا ہے تو وہ اللہ جو اس انسان کا خالق ہے اسے کیوں نہیں حق پہنچتا کہ وہ انسان کو زندگی گزارنے کا ایک لائحہ عمل دے۔یقیناً یہ حق ایک اللہ رب العزت کو ہی پہنچتا ہے اسی لئے اللہ رب العزت نے فرمایا:

"ان الحکم الا للہ" (صرف اللہ ہی کے لئے حکم (حاکمیت) ہے۔(یوسف: ۴۰) دوسری جگہ فرمایا:

"الالہ الحکم" (خبردار فیصلے کے سارے اختیارات اُسی کو حاصل ہیں۔الانعام: ۶۲) اور انسانوں کو حکم یہ ہے کہ وہ خدائی فیصلوں ضابطوں کو نافذ کریں۔"و من احسن من اللہ حکماً" (اللہ سے بڑھ کر کون بہتر فیصلے کر سکتا ہے۔) اور ان کی روشنی میں ہی انسانوں کے درمیان فیصلہ کریں۔لہذا اللہ نے نبی کائنات کو حکم دیا کہ:

و ان احکم بینھم بما انزل اللہ و لا تتبع

اھواء ھم ۔(''اور آپ ﷺ ان کے معاملات کا فیصلہ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق کیا کریں اور انکی خواہشات کی پیروی نہ کرنا''۔المائدہ:۴۹)

اور اسی طرح تمام ارباب اختیار واقتدار کو تنبیہ کی کہ:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاو لئک ھم الکفرون. (''اور جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ کافر ہیں'')

ایک آیت میں ھم الظلمون (یعنی وہی ظالم ہیں)(المائدہ : 45)اور ایک جگہ ھم الفسقون (یعنی وہی فاسق ہیں)(المائدہ :47)کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

خدائی فیصلے وضابطے کو چھوڑ کر انسانی فیصلوں اور ضابطوں کو چاہنا گویا جاہلیت کے فیصلے چاھنا ہے لہذا فرمایا: افحکم الجاھلیۃ یبغون۔

''تو کیا یہ لوگ زمانۂ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں''(المائدہ:50)اور اسی سورۃ میں دوسری جگہ فرمایا :ان الذین یحادون اللہ و رسولہ اولئک فی الاذلین .

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی سب سے ذلیل مخلوق ہیں''(المجادلۃ:20)آج مسلمانوں کی ذلت ورسوائی اور ہلاکت وبربادی کی یقیناً ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں اور ضابطوں سے نہ صرف اعراض کیا بلکہ ان کی سرعام مخالفت بھی کی اور دعوٰی پھر بھی مسلمانی کا ہے۔

تم ہی ذرا اپنی اداؤں پہ غور کرو
ہم کہیں گے تو شکایت ہو گی

اسلامی احکامات کی فلاسفی:

اس بات پر ہمارا کامل ایمان و یقین ہونا چاہیے کہ اللہ عزوجل کے احکامات پر عمل ونفاذ میں انسانیت ہی کا بھلا و فائدہ ہے نیت خالص ہوئی تو اخروی فائدہ حاصل ہو جائے گا۔ وگرنہ دینوی فوائد سے تو لازماً ہم بہرہ ور ہوسکتے ہیں۔

یہاں میں مثال کے طور پر ان شرعی حدود اور سزاؤں کا ذکر کرنا چاہوں گا جنہیں شریعت نے مختلف جرائم کے ارتکاب پر مقرر کیا ہے۔شرعی سزاؤں کی فلاسفی پر اگر ہم غور کریں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ شریعت پانچ چیزوں کی حفاظت کرنا چاہتی ہے وہ پانچ چیزیں حسب ذیل ہیں۔

(ا)جان ''نفسِ انسانی'' (۲) عقل (۳) نسب ونسل (۴) مال (۵) دین ۔

جیسا کہ ایک شاعر نے ان پانچ چیزوں کو یوں جمع کردیا ہے ۔

و حفظ دین ثم نفس مال نسب
و مثلھا عقل و عرض قلوجب

یعنی احکامِ شریعت سے مقصود دین، جان، مال،نسب اور اسی طرح عقل وعزت کی حفاظت کرنا ہے۔

نفس انسانی کی حفاظت:

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شریعت خداوندی میں کسی جان کا ناحق قتل ایک جرم تصور کیا گیا ہے۔اور ہر نفس کو محترم قرار دیا گیا ہے ۔اللہ رب العزت فرماتے ہیں''ولقد کرمنا بنی ادم '' ترجمہ:''اور البتہ تحقیق ہم نے اولاد آدم کو عزت وتکریم سے نوازا ہے''۔(الاسراء:70)اور مومنین کی صفات ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا با لحق (ترجمہ:''اور وہ(مومن) کسی جان کو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے ناحق قتل نہیں کرتے۔''(المومنون : 68)لیکن اگر کوئی شریعت کے اس قانون کو توڑے تو اس جرم کے ارتکاب میں شریعت قصاص کا قانون پیش کرتی ہے۔جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: ولکم فی القصاص حیوۃ یا و لی الا لباب لعلکم تتقون ۔ترجمہ:''اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقل مندو تا کہ تم (مزید قتل و غارت سے) بچ سکو''(البقرۃ: 179)

عقل انسانی کی حفاظت:

عقل جو اللہ رب العزت کی جانب سے انسان کیلئے ایک خاص عطیہ ہے بلکہ یہی وہ چیز ہے جس کی بدولت انسان دوسرے حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے اس کا ضیاع کرنا حرام ٹھہرایا گیا ہے۔لہذا ہر وہ چیز جو عقل کے خلل کا باعث بنے اس کا استعمال حرام قرار دیا گیا ہے۔اسی مقصد کے پیش نظر شراب ، چرس،افیون وغیرہ کا استعمال حرام ہو جاتا ہے۔عقل کا فتور جہاں نعمت خداوندی کی ناشکری ہے وہاں انسان خود کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ معاشرے کیلئے بھی مضر وجود بن کے رہ جاتا ہے گویا حرمت شراب سے مقصود دوسروں کو بھی نقصانات سے بچانا ہے۔اللہ رب العزت فرماتے ہیں :انما الخمر و المیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون .انمایرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر و المیسر ویصدکم عن ذکر اللہ و عن الصلوۃ فھل انتم منتھون.

''بے شک شراب ، جوا،بت اور قسمت آزمائی کے تیر نکالنا ناپاک شیطانی عمل ہے۔پس تم اس سے بچو تا کہ تم فلاح پا جاو۔بے شک شیطان تو

چاہتا ہے کہ تمہارے یہاں دشمنی ،بغض شراب کی وجہ سے ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکدے پس کیا تم باز آنیوالے ہو؟''(المائدۃ : 90,91)

اور خمر کی تعریف کرتے ہوئے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: الخمر ما خامر العقل . "ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لے خمر (شراب) ہے۔''(صحیح بخاری:4619)

ممانعتِ شراب شرعی قانون وضابطہ ہے لہٰذا قانون شکنی کرنے پر شریعت نے اسی کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے۔اور اس سزا سے سراسر مقصود انسانوں ہی کا بھلا ہے۔

نسب یا نسل کی حفاظت:

نسب یا نسل کی حفاظت کیلئے شریعت نے زنا کو حرام قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ: ولا تقربوا الزنیٰ انه کان فاحشة و سآء سبیلا ۔''اور تم زنا کے قریب تک نہ جاؤ بے شک وہ کھلی بے حیائی اور برا راستہ ہے۔''(الاسراء : 32)اور مومنین کی صفت یہ بیان کی کہ ولا یــــزنــون''اور وہ مومنین زنا نہیں کرتے۔''(المومنون : 68)اور پھر اس قانون کی حدوں کو پامال کرنے پر سزا مقرر کردی گئی کہ شادی شدہ زانی مرد وعورت کو سنگسار کردیا جائے اور کنوارے زانی مرد وعورت کو سو کوڑے لگانے کا حکم دیا گیا ہے۔اس سزا سے مقصود لوگوں کے نسب کی حفاظت اور زنا کا دروازہ بند کرنا ہے۔آج یورپ کے نام نہاد مہذب معاشرے کی حالت ہمارے سامنے ہے کہ نو مولود بچوں کی اکثریت کو اپنے حقیقی باپ کا علم ہی نہیں یہ سب زنا ،فحاشی وعریانی اور اخلاقی بے راہ روی کے اثرات و نتائج ہیں۔

حفاظتِ مال:

حفاظت مال کی غرض سے شریعت نے چوری،ڈاکہ وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے۔اور پھر جو اس جرم کا ارتکاب کرے اس کیلئے قطع ید کی سزا مقرر کردی ہے۔والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا نکالا من الله والله عزیز حکیم.

"اور چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا یہ عبرت کی سزا اللہ کیجانب سے ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔''(المائدہ:38)اور راستے بند کرنے فساد فی الارض کرنے اور دہشت گردی کرنے پر شریعت نے کہا'انما جزاء الذین یحاربون الله و رسوله و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع یدهم و ارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض۔

ترجمہ:''بیشک ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یہ ہے کہ وہ قتل کردیے جائیں یا سولی پر لٹکا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں یا ان کو جلاوطن کر دیا جائے۔''(المائدہ:33)ان سزاؤں سے مقصود انسانی مال کی حفاظت کرنا ہے۔

حفاظتِ دین:

دین کی حفاظت کیلئے شریعت نے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے جہاد جس سے اصل مقصود یہ ہے کہ تبلیغ اسلام کے مقابلہ میں جو رکاوٹیں اور موانع ہوں ان کو دور کردیا جائے۔غیر مسلم حکومت تبلیغ اسلام کیلئے ایک رکاوٹ ہے تو اس کی قوت واقتدار کو ختم کرکے غیر مسلم قوم کے سامنے عمل وکردار اور اسلامی تعلیمات پیش کی جائیں تاکہ وہ اپنی رضا ورغبت سے اسلام قبول کریں یہی وہ فلسفہ جہاد ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہے"وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة و یکون الدین لله "ترجمہ:'' اور ان سے جنگ کروحتی کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کے لئے ہو جائے''(البقرۃ:193)

قوانین کی خلاف ورزی پر سزا:

جس طرح ایک ملک کی شہریت حاصل کرنے کے بعد وہ شہری اس کے قوانین وضوابط کا پابند ہو جاتا ہے اور خلاف ورزی کرنے پر مختلف سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی طرح ایک شخص جب دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اس کو بھی کچھ قوانین کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر آخر اسلام کو یہ حق کیوں نہیں پہنچتا کہ ایسے شخص کو سزا دی جائے؟اور پھر ان سزاؤں کو جرم کی نوعیت کے مطابق مقرر کیا گیا ہے۔جتنا سنگین جرم تھا اور معاشرے کے امن وسکون کو غارت کرنیوالا اتنی ہی کڑی سزا مقرر کردی گئی لہٰذا ان اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ ظالمانہ اور بہیمانہ سزائیں کہنا اسلامی تعلیمات اور ان کے مقاصد سے ناواقفیت اور جہالت ہی کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔

حدود اسلامی کے خلاف عالمی پراپیگنڈہ

آج عالمی سطح پر دشمنان اسلام کی جانب سے ان سزاؤں کو ظالمانہ سزائیں قرار دینے کی پراپیگنڈہ تحریک چلائی جارہی ہے۔ان کے یہاں زنا پر پابندی جنسی آزادی پر پابندی لگانا ہے۔شراب کو وہ راحت و سکون کے حصول کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں جبکہ نابالغ بچے کو شراب پینے کی اجازت ان یورپین ممالک میں بھی

نہیں ہے۔ آخر کیوں؟ چوری اور ڈاکہ ڈالنے والے کیلئے یہ لوگ بڑے رحمدلانہ جذبات رکھتے ہیں لہذا ان کا کہنا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے کی بجائے اسے اتنی رقم کیوں نہ دے دی جائے جس سے وہ اپنے کاروبار کا آغاز کر سکے۔ بڑے انسانی ہمدرد واقع ہوئے ہیں حقوق انسانی کے یہ ٹھیکیدار۔ حالانکہ ان لوگوں میں ذرا سی بھی عقل ہوتی تو یہ اس نقطہ نظر کے مفاسد کو جان لیتے۔ اس لیے کہ اگر چور کو پانچ لاکھ روپے دے دیئے جائیں تو اس سے تو گویا چور کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ ''مال مفت دل بے رحم'' کے تحت چند دنوں میں اتنی کثیر رقم فضولیات میں اڑا کر وہ پھر چوری کرنے سے سرگرم ہو جائے گا تاکہ پانچ لاکھ کا حصول دوبارہ ممکن ہو سکے۔ اور جب ایک چور کو پانچ لاکھ روپے ملے تو اس سے معاشرے کے دیگر بدباطن افراد میں چوری کی تحریک کیونکر نہ پیدا ہوگی۔ اور بالآخر معاشرہ کا انجام کیا ہوگا۔ اللہ خالق کائنات جو عالم الغیب ہے اس کو یقیناً پتہ تھا کہ ایک وقت آئے گا لوگ اسلامی تعلیمات کو فرسودہ ناقابل عمل اور اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ سزائیں قرار دینے کے درپے ہونگے اللہ رب العزت نے سچے اور خالص مسلمانوں کے قلبی اطمینان کیلئے اسی لئے قطع ید کی سزا کے فوراً بعد فرمایا کہ **واللہ عزیز حکیم**۔ ''یعنی وہ اللہ عزیز ہے غالب ہے'' لہذا اگر کوئی چور دنیا میں اس سزا سے بچ بھی گیا تو اللہ کی دسترس سے تو باہر نہیں ہو سکتا اللہ اسے پکڑنے پر قادر ہے اور پھر وہ حکیم بھی ہے یعنی اس نے جو یہ سزا مقرر کی تو اپنی حکمتوں کے پیش نظر ہی کی ہے اور ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ ''**فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ**'' یعنی حکیم (دانا) کا کوئی فعل حکمت و دانائی سے خالی نہیں ہوتا۔

لہذا اسلامی سزاؤں پر وحشت و ظلم کا طعن کرنے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام یہ نہیں کہتا کہ بس ایک مجرم کو پکڑ کے لاؤ اس کا سر پھوڑ دو، ہاتھ کاٹ دو، درّے لگا دو اور بس، بلکہ ان سزاؤں سے عبرت آموزی کے پیش نظر کہا کہ ''**و لیشھد عذابھما طائفۃ من المومنین**۔

ترجمہ: اور چاہیے کہ مومنوں کا ایک گروہ ان کی سزا کا مشاہدہ کرے (النور: 2) چوری کی سزا کے بارے میں کہا ''**جزاء بما کسبا نکالا من اللہ**'' ترجمہ: یہ ان کی کرتوتوں کا بدلہ ہے اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا کے طور پر'' (المائدہ: 38)

اہل یورپ کا سیاسی مجرموں پر تشدد:

اسلامی سزاؤں پر طعن و تشنیع کرنے والے مسلمان تو جہالت کی وجہ سے ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں۔ اور دشمنان اسلام کی تو دشمنی اسلام کا تقاضا ہی یہی ہے کہ وہ ایسی باتیں کہیں لیکن یہ اہل یورپ ان تاریخی حقائق کو شاید فراموش کر دیتے ہیں جو آج تک ان کے چہرہ پر کلنک کی حیثیت رکھتا ہے ماضی قریب میں برطانوی افواج نے مسلمانان برصغیر پر کس قدر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ظلم و تشدد کے واقعات سے کتب تاریخ بھری ہوئی ہیں۔ علماء کرام کو جانوروں کی کھال میں ڈال کر زبردستی لواطت پر مجبور کیا گیا۔ علماء کے قبرستان کو بلڈوز کیا گیا۔ اور آج کیوبا کے اندر مسلمان مجاہدین جو ان کے سیاسی مجرم ہیں ان کے ساتھ بہیمانہ سلوک کے واقعات سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں انہیں ایسے پنجروں میں بند کیا گیا کہ نہ صحیح طرح بیٹھ سکیں نہ لیٹ سکیں۔ اور اعتراض پھر بھی اسلامی سزاؤں پر ہے۔ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے کہ ''اسلام نے تو سنگساری کا کہا تھا اور یہ (اہل یورپ) بمباری کرتے ہیں۔ (ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم کا گرانا مہذب معاشرے کے لوگوں پر ایک قدغن ہے) اسلام نے تو ہاتھ کاٹنے کا کہا تھا اور یہ جسم انسانی کے پرخچے اڑا کے دکھ دیتے ہیں اسلام نے درے لگانے کا کہا تھا اور یہ تو آگ میں جلا کر خاکستر کر کے رکھ دیتے ہیں۔'' (ایمان و عمل، مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری)

جرائم کے سد باب کیلئے خوفِ خدا کی اہمیت:

اسلامی سزاؤں پر اعتراض کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام ان تمام سزاؤں کے بغیر بھی ایک اور طریقہ سے جرائم کا سد باب کرتا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ انسانوں کے دل و دماغ میں عقیدہ آخرت، خوفِ خدا، اعمال کی جوابدہی کا احساس پیدا کر دیا جائے۔ اگر یہ چیز قلوب و اذہان میں جاگزیں ہو جائے تو پھر جرائم کا ارتکاب بہت حد تک رک سکتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اگر ارتکاب جرم ہو جائے تو <u>خوفِ خدا کے اندر وہ قوت ہے جو مجرم کو آرام و سکون سے بیٹھنے نہیں دیتی اور وہ خود عدالت اسلامی میں پیش ہو کر اعتراف جرم کرتا ہے اور خود کہتا ہے کہ مجھے یہ سزا دے کر پاک کر دیا جائے تاکہ دنیا کے اندر سزا بھگت کر آخرت میں جہنم کی سزا سے محفوظ رہ سکوں۔</u> ایک چور کو پانچ لاکھ روپے کی کثیر رقم چوری سے باز نہیں رکھ سکتی بلکہ اللہ کا خوف ہی اسے چوری ڈاکہ سے باز رکھ سکتا ہے۔

اسلامی نظام کا نفاذ امن و امان کی ضمانت دیتا ہے:

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی حدود، اسلامی نظام کا نفاذ انسانی معاشرہ کیلئے امن و امان کی ایک ضمانت

ہے۔جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا"الذین امنوا و لم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون" ترجمہ:"وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کی آمیزش نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔"(الانعام:82)

اسی طرح دوسرے مقام پر وعدہ الٰہی کی یوں نوید ہے:وعد اللہ الذین امنوا فیکم و عملوا الصلحت لیستخلفھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔

ترجمہ:" اللہ کا عدہ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور وہ جنھوں نے نیک اعمال کیے کہ وہ یقیناً ان کو زمین میں خلافت عطا کرے گا جس طرح کہ اس نے خلافت دی تھی ان لوگوں کو جو ان سے قبل تھے اور وہ ان کے دین کو جسے اللہ نے ان کیلئے پسند فرمایا ہے غلبہ فرمائے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔"(النور:55)

اہل تورۃ و اہل انجیل سے وعدہ:

شریعت اسلامی کا نفاذ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اہل تورۃ و اہل انجیل سے بھی اپنی رحمتوں اور برکتوں کا وعدہ کیا اللہ عزوجل فرماتے ہیں:و لو انھم اقاموا التورۃ الانجیل وما انزل الیھم من ربھم لا کلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم۔

ترجمہ:"اور اگر بے شک وہ تورات اور انجیل (کے احکامات) کو نافذ کردیتے اور اس کو جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے اتارا گیا تھا تو وہ اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے پاؤں تلے سے بھی کھاتے" (المائدہ:66)

امت محمدیہ سے خدائی وعدہ:

اور امت محمدیہ سے بھی وعدہ ربی ہے کہ"ولو ان اھل القری امنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکت من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذ نھم بما کانو ا یکسبون۔ ترجمہ:" اور اگر بے شک بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقوی اختیار کرلیتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتیں کھول دیتے۔اور لیکن انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کو انکی کرتوتوں کی وجہ سے پکڑ لیا (مواخذہ کیا)۔"(الاعراف: 96)

خدائی منصوبہ:

اور قرون اولیٰ کے لوگ اسلامی نظام کے نفاذ کی برکات وثمرات سے مستفید ہوئے۔خلافت راشدہ کا نظام رہتی دنیا تک کیلئے ایک عظیم اور قابل تقلید مثال ہے۔خدائی منصوبہ میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اسلامی تعلیمات کو محض ایک نظریہ وفکر کے طور پر ہی پیش نہ کیا جائے بلکہ اسکی عملی صورت بھی تشکیل دی جائے جو بعد والوں کیلئے نمونہ کی حیثیت رکھتی ہو۔نیز اس عملی صورت کے قیام سے قیامت تک کیلئے ان معترضین کے منہ بند کردیے جائیں جو اسلامی تعلیمات کو ناقابل عمل گردانتے ہوں۔

آج اگر ہم بھی قرون اولیٰ جیسی رعنائیوں کا نظارہ کرنا چاہتے ہیں اور معاشرتی امن وسکون کے خواہاں ہیں تو خود کو اسلامی تعلیمات کے حوالے کرنا ہوگا اور اسلامی ریاست میں اسلامی نظام نافذ کرنا ہوگا وگرنہ زمانہ میں ذلت ورسوائی بڑھتی چلی جائے گی۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے
تمہاری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں

بقیہ:پردہ کی اہمیت

فیشن کے پیچھے لگ کر گنوادیا تو پھر ذلت اور جاہلیت میں چلی گئی۔

"لاتبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی"

پہلے جاہلیت کی طرح سج دھج کے باہر نہ نکلو۔عورت کو زیب وزینت کی اجازت دی مگر صرف اپنے شوہر تک اور محرم کیلئے۔جب عورت باہر نکلے گی یورپ کی عورت بن کر تو مردوں کی نگاہیں اٹھنا لازمی امر ہے۔عورت اپنی کی جانے والی بے حرمتی کی خود ذمہ دار ہے۔عورت نے اپنی حیاء وشرم کو گرادیا اور اپنے آپ کو یورپی ممالک میں تصور کرنے کیلئے فیشن کا نام دے کر اپنی شرم کو اتار پھینکا۔نبی ﷺ نے فرمایا:

"الحیاء شعبۃ من الایمان"

آج لوگ قرض لے کر زیب وزینت اور میک اپ کے نام پر ضائع کرتے ہیں صرف اس لئے کہ مغربی اور یورپین عورتوں کی نقالی کرسکیں ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد رکھنا چاہیے:

"من تشبہ بقوم فھو منھم"

جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہے۔عورت اپنے آپ کو بدل لے اپنے آپ کو شرم وحیاء کی پتلی بنالے تو یقیناً اس کی عزت،آبرو میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے۔اللہ تو غفور رحیم ہے۔

سوچنے پر بھی نیکی کا صلہ دیتا ہے
ہو ندامت تو گناہوں کو مٹادیتا ہے
ہم جو گھبر کے پلٹ آئیں اس کی جانب
وہ مہربان ہے کہ سینے سے لگا لیتا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆